OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 2 (April-June 2021)

امتِ مسلمہ میں فکری اصلاح سے متعلق مسائل اور ان کا حل: نصوصِ کتاب وسنت اور مسلم اہلِ علم کی آرا کی روشنی میں ایک مطالعہ

(Solving the Problems related to Ideological Reform in Muslim *Ummah*: A Study in the light of the Texts from Quran and *Sunnah* and Islamic Scholars' Views)

Dr. Mohsin Khan Abbasi
Lecturer in Islamic Studies, NUML, Islamabad

Abstract

This article deals with the solution of the problems related to ideological reform in Muslim *Ummah*. Studying the texts from the Quran and *Sunnah* and various scholars' views on the subject, it finds that in Western civilization, the adoption of a materialistic and corporeal approach based on secularism and enlightenment has led to alienation from religious and spiritual values. In the context of scientific and materialistic development of the West, its cultural standards greatly influenced the Islamic world, and here too the same kind of tenets began to flourish. Over time, this influence has become a serious problem. In the contemporary Muslim World, spiritual ideals have turned into rituals; Muslim *Ummah* has moved away from actual religious teachings. This study suggests that Muslim scholars and mentors, in order to achieve the goal of Ideological reform, should cultivate in Muslim *Ummah* a thought based on true teachings of Quran and *Sunnah*, constructed on rational and logical arguments in accordance with the requirements of the modern age. In this regard, guidance should be sought from the work of Muslim thinkers who have done valuable work for the revival of Islam and Muslim *Ummah*.

Key Words: Muslims, ideological reform, Quran, *Sunnah*, scholars

CC BY

تمہید

اندرونی و بیرونی حملوں کے نتیجے میں امتِ مسلمہ کی دینی فکر میں بگاڑ روز افزوں ہے۔ دل و دماغ کو مغربی فکر کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے تہذیبِ مغرب اور اس کے فکر و فلسفے کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ انسانی قلوب و اذہان آسانی کے ساتھ اسے قبول کر لیتے ہیں۔ مسلم عوام عموماً اور علمائے دین خصوصاً ان حملوں کے بارے میں بے بہرہ ہیں یا پھر ان سے اسلام کو بچانے میں اپنی ذہنی، علمی اور نفسیاتی بے بسی محسوس کرتے ہوئے راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں؛ امت کا اسلامی فکر پر اعتماد ختم ہوتا چلا جا رہا ہے؛ کوشش کی جا رہی ہے کہ اہلِ اسلام کا دین سے لگاؤ نہ رہے اور اس کا ایسا پھیکا تصور پیش کیا جائے کہ عوام کے قلوب و اذہان میں دین کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ علما اور عوام الناس کو فکری اصلاح کا احساس دلایا جایا اور اس ضمن میں کرنے کے اصل کام کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اصلاح کے لیے مہمیز کا کام کرنے والی اصل اور بنیادی چیز دینِ اسلام اور اس کا فکری فریم ورک ہے۔ اس تناظر میں زیرِ نظر مقالے میں امت مسلمہ میں فکری اصلاح کی ضرورت کے حوالے سے کتاب و سنت کے نصوص اور مسلم اہلِ علم کی آرا کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس مطالعے میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ فکری اصلاح اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے جڑنے کے حوالے سے درپیش مختلف مسائل و مشکلات اور ان کے حل کو نکات کی صورت میں مرتب کر کے ان سے متعلق کتاب و سنت اور مسلم علما کی آرا کی روشنی میں لائحۂ عمل کی نشان دہی کی گئی ہے، اور آخر میں خلاصۂ بحث پیش کیا گیا ہے۔

دینِ اسلام میں حقیقی اصلاح کا تصور

اسلام صرف مذہب نہیں دین ہے[1]، جو دنیا کے ساتھ بھی ویسے ہی جڑا ہوا ہے، جیسے وحی الٰہی یا مذہبی واردات یا شریعت کے ساتھ۔ سو امتِ مسلمہ میں اِصلاح کا معنی صرف دنیا میں کامیابی و اصلاح نہیں ہے، بلکہ جس فکر پر امتِ مسلمہ کا یقین ہے، وہ دنیا و آخرت دونوں کا اصل احیا و کامیابی چاہتی ہے۔ اب اگر کسی دوسرے نظریۂ حیات پر عمل بالفرض ترقی کی ضمانت دیتا بھی ہو، تو بھی وہ مسلمانوں کے لیے فضول ہے، کیوں کہ وہ آخرت کی ترقی کی ضمانت نہیں دیتا، اس لیے کہ ہمارے نزدیک اسلام کے علاوہ کوئی راستہ کامیابی کا راستہ ہے ہی نہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ[2] "اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔" ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمۡ يَخۡشَ إِلَّا ٱللَّهَۖ فَعَسَىٰٓ أُوْلَٰٓئِكَ أَن يَكُونُواْ مِنَ

[1] لفظ دین عربی زبان کئی معنوں میں آتا ہے، اس کے ایک معنی طریقہ و مسلک کے ہیں۔ یعنی دین سے مراد طریق زندگی یا فکر ہے جس کی پیروی کی جائے، لیکن خیال رہے کہ قرآن محض دین نہیں کہ رہا بلکہ الدین کہ رہا ہے۔ اس سے معنی میں وہی فرق واضح ہو جاتا ہے جو انگریزی زبان میں This is a way of life کے بجائے This is the way of life کہنے سے واقع ہوتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اسلام ایک طریق زندگی نہیں بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ اسلام ہی حقیقی اور صحیح طریق زندگی یا طرز فکر ہے۔ (دیکھیے: سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات (لاہور: ،اسلامک پبلیکیشنز، 2007ء)،94۔)

[2] آل عمران: 853۔

ٱلْمُهْتَدِينَ۔ [3] " اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے۔" اس ایت مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان لانا، نماز قائم کرنا، پھر معاشرے میں زکوٰۃ ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی فکر کے سوا کسی سے نہ ڈرنا ہی اصل اسلامی فکر ہے۔ اس اٰیتِ مبارکہ کی روسے دین و دنیا ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ فکر غیر کی حرکت بڑی دلفریب اور غیر محسوس ہے، اسے جوں ہی موقع ملتا ہے، یہ انتہائی خاموشی سے فکر دینی کو خراب کر دیتی ہے۔ اس میں مادیت پرستی انسان کو حقیقی دینی تصور و نظریات سے دور کر دیتی ہے۔ اس طرح مادی ترقی کی ضمانت دے کر فکر مغرب شریعت کے فیوضات و برکات سے محروم کر دیتی ہے۔ اس کی واضح مثال مسلم معاشروں میں اسلامی شعائر سے حد درجہ دوری ہے۔ فکر کی نشو نما صحیح سمت میں اس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک فکر اور عمل کا تعلق اس انداز سے استوار نہ ہو کہ عمل کے مقصود کو حاصل کرنے کے لیے حقیقت کو جس طرح سمجھنا درکار ہے، اس طرح سمجھا جائے۔ اس کا تعلق براہ راست انسان کے ارادے سے ہے۔ اگر مقصد کا تعین نہ ہو تو فرد کی زندگی میں بے راہ روی پیدا ہو جاتی ہے اور اجتماعی زندگی پر بے مقصدیت سے موت وارد ہو جاتی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے وہی فکر قابل قبول ہے جو عمل کی نتیجہ خیزی اور یقین کی بابت موثر ہو۔[4] مگر بد قسمتی سے مغربی افکار ایک سیلاب رواں کے طور پر ابھر رہے ہیں، جس کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ کا تعلیم یافتہ طبقہ دینی فکر سے انحراف کا شکار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ مغربی فکر و فلسفہ کو تو نہایت شوق اور عرق ریزی سے پڑھتے ہیں، لیکن دینی لٹریچر پڑھنے میں انھیں سخت کوفت محسوس ہوتی ہے۔ اگر مسلمان اپنی ہم عہد اور آیندہ نسل انسانی کی زندگی میں کوئی باعزت مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ ایک ناقابل گریز حقیقت ہے کہ ان کی زندگی اپنی تمام صورتوں میں کاملاً اصلاح و تجدید کی محتاج ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام ایک فرسودہ دین ہے اور بطور ایک مانع ترقی دین کے اس کو ترک کر دینا چاہیے یا ہمیں انسانیت کی مادی اور فکری ترقی کی روشنی میں اس کی جدید تفسیر کرنی چاہیے۔ کیا مسلمانوں کو ہر اعتبار سے مغرب کی ترقی پسند قوموں کی محض تقلید کرنی چاہیے، یا انھیں تخلیقی امتزاج کے ذریعے سے کچھ نہ کچھ خدمت سر انجام دینی چاہیے۔[5] اسلام ایک دین ہے جو کل ہے جو مذہب کو امن اور تسلیم کے دائرہ میں لانا چاہتا ہے۔ یہی امن اور تسلیم کا دائرہ انسانی زندگی میں فلاح بہبود کا ضامن ہے۔ "اسلام کے معنی امن اور تسلیم کے ہیں۔ زندگی کا مقصد بہتر زندگی بسر کرنا یا بہ الفاظ دیگر فلاح و بہبود ہے۔[6]

انسان اور کائنات میں ربط کے تناظر میں فکری اصلاح

انسان اور کائنات کا آپس میں ایک خاص ربط موجود ہے۔ یہ فکر مسلم دنیا میں ہی نہیں مغربی دنیا میں بھی موجود ہے۔ پروفیسر عبد الحمید صدیقی مشہور عالم نفسیات، پروفیسر جیمز ایچ۔ لیوبا James H.Leuba کی مذہبی نفسیاتی تحقیق کے حوالے سے لکھا

---

[3] التوبہ 9: 18۔

[4] ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، اسلام اور فلسفہ، ترتیب و تدوین۔ شیما مجید (لاہور: تخلیقات، س ن)، 50، 51۔

[5] ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم، اسلام کا نظریہ حیات، ترجمہ۔ قطب الدین احمد (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامی، 2007ء)، 373۔

[6] عبد الحکیم، اسلام کا نظریہ حیات، ترجمہ۔ قطب الدین احمد (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 2007ء)، 125۔

ہے کہ مذہب ایک روحانی حاسّہ ہے جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں بے حد ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔[7] یہی وجہ ہے کہ مذہب کی فکر کی بابت دیکھا جائے تو یہ فکر آشکار ہوتی ہے کہ عالمِ مجاز و محسوسات سے بالاتر ایک اور نظامِ کائنات بھی موجود ہے، جس کے ہونے سے کائنات کا عمل تحرک پذیر ہے۔ اسلام فطری طور پر اسی کے ساتھ مطابقت کرنے کا درس دیتا ہے۔ وہ عقیدہ جو انسان کے قلب و فکر میں کسی بالاتر ہستی کا محض نقش بٹھادے لیکن اسے اپنے ارادے تمنّاؤں کو اس کے بلند و بالا ارادے اور منشا کے تابع کرنے پر آمادہ نہ کرے، اُس بیج کی طرح ہے جس کے پرومند ہونے کا کوئی امکان نہ ہو۔[8] اس کی ایک مثال یوں بھی ہو سکتی ہے انسان رنگ ڈھنگ تو ایک خاص طرز کا اپنالے لیکن اللہ تعالیٰ کی صبغت کو اختیار نہ کرنے کی فکر پر عمل پیرا ہو، جس کا حکم دیا گیا ہے: صِبۡغَةَ ٱللَّهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ ٱللَّهِ صِبۡغَة وَنَحۡنُ لَهُۥ عَٰبِدُونَ[9] "اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کس کا رنگ ہو سکتا ہے اور ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں۔ " امتِ مسلمہ میں ہر طرف دورِ حاضر میں صرف زبانی یا کسی لگاؤ کی حد تک تو اسلام پر ایمان باقی ہے، لیکن دین کی ایمانی فکر متروک ہو چکی ہے۔ ہمارا رجحان و میلان دین کی طرف نہیں رہا۔ ہمارے ادارے جو سیرت و کردار اور زندگی کے عمومی رویّوں کی تشکیل کرتے ہیں وہ ہمارے میلانات کو اسلام کی راہ پر ڈالنے سے قاصر ہیں۔ آج فحاشی و عریانی لذّت کوشی اور سستی، جذباتی طبیعتوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتی چلی جارہی ہے۔ مزاج اور میلان نیکی اور دینی اقدار سے گریزاں اور فسق و فجور کی چاہت میں کھو چکے ہیں۔[10]

فکری کجی اور انقلابِ حالات

ارتکاب معصیت کی بڑی وجہ اسلام کی اصل فکر کا درست انداز میں امت تک نہ پہنچنا ہے۔ درست اِصلاح کے نہ ہونے کا نقصان یہ ہے کہ امت میں معصیت کا ارتکاب کثیر ہو چکا ہے۔ گناہ کو گناہ سمجھنے کی فکر بھی تبدیل ہو چکی۔ مسلمان اس لیے معصیت کا ارتکاب کرنے لگا کہ یہ تو سب کرتے ہیں اس میں کیا گناہ ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ کو بیان کیا ہے۔ بخاری میں بروایت حضرت انس مذکور ہے کہ تم ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہو جو تمھاری نگاہ میں معمولی اور بال سے بھی حقیر ہیں اور ہم ایسے گناہوں کو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مہلک اور تباہ کن شمار کرتے تھے۔[11] امتِ مسلمہ کی فکر اتنی الجھ گئی ہے کہ ناپاک اور نفسانی محبتیں طبیعتوں پر غالب آگئی ہیں۔ امت کے افراد اپنے مقام و مرتبہ کو فراموش کر چکے ہیں اور اقبالؒ زبانِ حال سے امت پر نوحہ کناں ہیں:

فدا کرتا رہا دِل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تو نے [12]

---

[7] عبدالحمید صدیقی، پروفیسر عبدالحمید صدیقی، مذہب اور تجدید مذہب، مکتبہ تعمیر انسانیت (کراچی: ادارہ معارف اسلامی، 1990ء)، 20۔

[8] عبدالحمید صدیقی، مذہب اور تجدید مذہب، 21۔

[9] البقرۃ2: 138۔

[10] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ہمارا دینی زوال اور کے تدارک کا سہ جہتی منہاج (لاہور: منہاج القرآن، 1998ء)، 7،8۔

[11] امام ابن قیم، الجواب الکافی لمن سئل عن الدّواء، الشافی، ترجمہ۔ مولانا ہدایت اللہ ندوی (لاہور: بیکن بکس، 2011ء)، 78۔

[12] علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، بانگ درا (لاہور: اقبال اکیڈمی، س ن)، 101۔

امت مسلمہ میں معصیت کی کثرت اور عیش کوشی کے نتیجہ میں غیرت اور حمیت کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ یہ غیرت و حمیت امت میں زندگی کی اِصلاح کے لیے از بس ضروری تھے۔ علامہ ابن قیمؒ اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ غیرت اِصلاح کے لیے ضروری ہے، جیسے جسم کے لیے طبعی گرمی اور حرارت عریزی ضروری ہے۔ کیوں کہ غیرت وحمیت کا جوش اسے بد خصلت اور ناپاک عادات سے پر کر دیتا ہے۔ جیسے (حرارت) لوہے اور سیم زر کو زنگار کی آلائش سے صاف کر دیتی ہے۔[13]

علما اور دینی تعلیم کے معیار کی پستی

امتِ مسلمہ کی دینی فکر کو درست کرنے کا اصل حق علمائے کرام کا ہے، مگر بد قسمتی سے علماء کا معیار اکثریت میں اس قدر پست ہو چکا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں امام غزالیؒ کی نقل کردہ اس حدیث مبارکہ کا مصداق ٹھہرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَكُوْنُ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ عِبَّادٌ جُهالٌ وَ عُلَمَا فُسَّاق۔[14] " آخری زمانے میں عابد جاہل ہوں گے اور علماء فاسق ہوں گے۔" علماء کرام اور مصلحین امت کے اسی طرز عمل کے نتیجے میں امت دین کی حقیقی تعلیمات سے دور ہو رہی ہے۔ سائنسی ترقی اور جدید مغربی افکار نے الحادی و مادی افکار کی بدولت نئی فکر کو جِلا بخشی ہے، اس فکر کی رو سے دینی افکار کو پرانے زمانے کی باتیں کہا جانے لگا ہے۔ اگر بظاہر لوگ مصلحت یا ادب و حیا کے باعث خاموش بھی رہیں تب بھی امت کا ایک کثیر طبقہ اب یہ بات ماننے کو تیار نہیں کہ یہ بات دینی ہے یا علماء کی کہی ہوئی ہے۔ اب دینی علوم میں بھی تنقید اور حوالہ مانگنے کے رجحان میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اب عقائد و ایمانیات کے باب میں بھی شکوک و شبہات کا اظہار کیا جانے لگا ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

> اے علماء کرام! یہ تسلیم کہ آپ کی زندگیاں انفرادی اِصلاح اور نظام عبادت کے قیام کے لیے وقف ہیں اور قوم اپ کی خدمت کو انتہائی احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ لیکن نسلِ جدید آپ کی قیادت سے منہ موڑ چکی ہے اور اس میں کچھ کوتاہیاں آپ کی بھی ہیں۔ مدارس میں بیشتر نصابِ تعلیم پرانا ہے اور عصرِ حاضر میں اس کا اطلاق ہی نہیں ہوتا، وہ مسائل جنہوں نے افکار میں اضطراب پیدا کر رکھا ہے اس کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ وطنیت، اقتصادی، معاشی اور سیاسی نظام امنِ عالم کے لیے مشترکہ اقدار کی تلاش اور سرمایہ داری وغیرہ پر نئے دینی دلائل جمع کرنے کی ضرورت ہے، جو کہ پوری نہیں ہو رہی۔[15]

امتِ مسلمہ کے علما میں اکثریت ان علما کی ہے جو مختلف دینی مدارس سے فراغت کے بعد بغیر کسی راہنمائی یا مشق کے امامت اور وعظ و تبلیغ کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ناقص تربیت اور عمل کی بدولت امت میں فتنے سر اٹھاتے ہیں۔ افراد غلط تبلیغ اسلام کی بدولت جب اصل حقائق تک پہنچتے ہیں تو انہیں دین سے بھی نفرت ہونے لگتی ہے۔ جب امت کے یہ لوگ منبر پر وعظ کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں تو ان کی مفاد پرستانہ تقریریں عوام میں انتشار پیدا کرتی ہیں۔ علامہ عبد الوحید

---

[13] اقبال، کلیات اقبال، بانگ درا، 99۔

[14] ابو حامد محمد بن محمد غزالی، احیاء علوم الدین، ترجمہ۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی (لاہور: ، پروگریسو بکس، س ن)، 1 : 166۔

[15] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، اسلام اور عصرِ رواں (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرائیویٹ لمیٹڈ، س ن)، 40، 41۔

خان اسی پر رقمطراز ہیں۔" سوسائٹی میں جب چند عقائد جڑ پکڑ لیتے ہیں اور امتداد زمانہ کے ساتھ عقائد کی اصل روح ختم ہو جاتی ہے اور صرف الفاظ باقی رہ جاتے ہیں تو ان کے خلاف ہر آواز کو الحاد و زندقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی حق و ایمان پر کیوں نہ مبنی ہو۔ ایسی حالت میں اجتہاد کا نام کفر اور تحقیق کا نام الحاد ہو جاتا ہے۔[16]

آج فکر دین کن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اور ان کا طریقہ کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کی آیتِ مبارکہ شاہد ہے: وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُۥنَ أَلْسِنَتَهُم بِٱلْكِتَٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔" اور ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑ لیتے ہیں تاکہ تم ان کی الٹ پھیر کو بھی کتاب (کا حصّہ) سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے، اور کہتے ہیں: یہ (سب) اللہ کی طرف سے ہے اور وہ (ہرگز) اللہ کیطرف سے نہیں ہے، اور وہ اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور (یہ) انہیں خود بھی معلوم ہے۔"[17]

جدید تعلیم یافتہ افراد کی فکری کمزوری کا مسئلہ

امت کے جن افراد نے نئی سائنسی فکر میں آنکھ کھولی ہے ملکی یا غیر ملکی کالجز یا یونیورسٹیز میں اپنے علم کی شمع کو جلایا، وہ اسلامی افکار و اعمال میں عام لوگوں کی طرح فکری طور پر مضبوط شخصیتوں کے مالک نہیں ہوتے۔ اسی لیے جب وہ موجودہ دور کے حل کو سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر دین سے موافق نہیں پاتے۔ جب مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ دین اسلام قدیم زمانہ کا مذہب ہے یہ اب قابل عمل نہیں اور خود مسلمانوں کے اندر اسلامی نظام زندگی کے بارے میں صحیح اور مکمل تصور نہ ہو تو پھر انسان کے اندر اپنے نظام کے بارے میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے۔[18] یہی احساسِ کمتری مغربی فکر کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ یہاں سے ہی دین و دنیا کی علیحدگی کی فکر کا آغاز ہوتا ہے۔ مذہب کے غلط تخیل کی وجہ سے دین اور دنیادار دو الگ الگ طبقہ بن جاتے ہیں اور یہ خیال عام ہو جاتا ہے کہ دنیا کے ساتھ دین پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اس تقسیم کے بعد مذہبی طبقہ کی اکثریت کے سامنے کوئی میدان نہ رہ جاتا ہے۔[19] یہ وہ فکری گمراہی ہے جس کا شکار امت کا ایک کثیر طبقہ ہے۔ دین کے لفظ کو اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے نظاموں کے لیے استعمال کیا تھا۔ دورِ زوال میں یہ فکر پروان چڑھ چکی ہے کہ دین کی اصل حقیقت و حیثیت صرف آخرت ہی کی کامیابی ہے۔ دین و دنیا کے بجائے ایک فکری مغالطے کو فروغ دیا گیا ہے اور یہ نئی فکری اصطلاح دین اور دنیا کے ساتھ منسلک ہے۔ جس میں دین کا خانہ اور دنیا کا خانہ الگ ہے۔ علامہ محمد اقبال کے بقول مسلمانوں کی یہ روش تعجب خیز نہیں، اس لیے کہ وہ اپنی روحانی زندگی کی طرف سے مایوس ہو چکے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب کے ذریعے اب اس کا احیا ممکن نہیں۔ حالانکہ مذہب (دین) ہی وہ ذریعہ ہے، جس سے افکار و خیالات کی دنیا میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور جس کی بدولت ہم

---

[16] علامہ عبدالوحید خان، مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، 1996ء)، 518۔

[17] اٰلِ عمراٰن: 783

[18] مولانا پروفیسر محمد یوسف خان، صدائے صراطِ مستقیم (لاہور: بیت العلوم، س ن)، 250۔

[19] محمد تقی امینی، عروج و زوال کا الٰہی نظام، 150-155۔

زندگی اور قوّت کے دائمی سرچشموں تک پہنچتے ہیں۔[20] آج امتِ مسلمہ سے دین اسلام کے نشانات کو محو کیا جارہا ہے۔ اس نئی دینی فکر کی جگہ مذہبی فکر نے لے لی ہے، جس کی بدولت امت میں ایمان کی جگہ عقیدہ، اتباع و اطاعت رسول ﷺ کی جگہ تقلید محض، تمسک بالکتاب کی جگہ تقلید حاکم وفقیہ، تمسک بالسنّہ کی جگہ تقلید حکماء، علماء وفقیہ، تفقہ فی الدین کی جگہ اجماع اور جہاد کی جگہ جہادِ اکبر یعنی درپردہ ترک جہاد نے لے لی۔[21] یہ سارے عوامل مل کر امت میں تفرقہ اور نفرتوں کے بیج بورہے۔ہ اس کے برعکس کسی فکر کی کامیاب اِصلاح وحدت فکر ہے۔" جب تک افراد کے خیالات وعقائد میں احساسات وفوائد میں عمومیت اور اتحاد نہ ہو اس وقت تک کوئی فکر صحیح معنوں میں نتیجہ خیز اور بار آور نہیں ہوسکتی۔[22]

مغربیت ومادیت

آج امتِ مسلمہ میں دو طرح کے دینی ذہن موجود ہیں۔ ان میں سے ایک مغربیت زدہ سیکولر ذہن اور دوسرا مادیت زدہ دینی ذہن ہے۔ مغربیت زدہ سیکولر فکر کا حامل ذہن فکری تشتت اور نظریاتی تشکیک میں مبتلا ہوگیا۔ اس فکر میں روشن خیالی کا تصورِ مسلمان اڈ آیا۔ پھر مستشرقین کے زہریلے پروپیگنڈے کی بدولت دین کی حقیقی اور روحانی قدر سے دور ہوگیا۔ عشق رسالت مآب ﷺ سے عاری ہوگیا اور اسلام کے روحانی تصورات سے نابلد ہوگیا۔ اس حیثیت میں اسلام کی روشن صداقت اور فکر سے ،عظمتِ رسالت مآب ﷺ سے بھی متزلزل ہوگیا۔ مادیت زدہ دینی ذہن استشراقی حملے سے محفوظ رہا مگر جدید اسلامی لٹریچر کی بدولت، اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ سے اعتقادی فکری اور عملی طور وابستہ ہونے کے باوجود دینی فکر کی اصل حقیقت سے دور ہی رہا۔ دین غیر ارادی طور پر کم سے کم تر ہوتا چلا گیا۔ یوں اعتقادی فکر زندگی تباہی وہلاکت کا شکار ہوئی۔ اس نام نہاد روشن خیالی سے ہماری حیاتِ ملّی پر جو مضر اثرات مرتب ہوئے وہ محتاج بیان نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرۃ الرسول ﷺ کے اصل تصور کو اس طرح اجاگر کیا جائے کہ امتِ مسلمہ دورِ حاضر میں دین اسلام کی آفاقی حقیقت سے باخبر ہو کر پھر سے اپنے آقا و مولا ﷺ کے ساتھ وہ تعلق حبّی و قلبی استوار کرلے کہ اس کی نظروں میں دانش فکر فرنگ کے جلوے کبھی خیرہ نہ کرسکیں۔[23] بقول اقبال:

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف[24]

دینی فکر میں مقصدیت کا فقدان

دورِ حاضر میں امتِ مسلمہ کی دینی فکر میں مقصدیت کا فقدان ایک بے یقینی کے اثر کا نتیجہ ہے۔ مقصد کسی بھی فکر میں یقین کے پیدا کرنے کا محرک ہوتا ہے۔ اگر مقصدیت ہی فوت ہوجائے تو کسی بھی فکر کی کامیابی ممکن نہیں رہتی۔ مقصد نہ ہو تو یقین کی

---

[20] پروفیسر محمد عثمان، فکر اسلامی کی تشکیل نو (لاہور: نیاز احمد، 2011ء)، 209۔

[21] اسرار عالم، امت کا بحران، تفکیر، تدبیر اور تعمیل (نئی دہلی: دار العلم، 2006ء)، 83۔

[22] محمد تقی امینی، عروج وزوال کا الٰہی نظام، 97۔

[23] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرۃ الرسول ﷺ، (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2007ء)، 1:45۔

[24] اقبال، کلیات، بالِ جبریل، 373۔

حاجت نہیں رہتی۔ مقصد نہ ہو تو عمل کا رخ متعین نہیں ہو سکتا۔ بے راہ روی کا بپا ہو جانا ضروری ہو تا ہے۔[25] فرد جب فکر کی مقصدیت سے آشنا نہ ہو تو وہ معصیت کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ ابتدا میں تو تماشائے محفل بنتا ہے، لیکن آہستہ آہستہ جرائم میں باقاعدہ شامل ہو جاتا ہے۔ حیات اجتماعی میں بھی جب کوئی مقصود نہ ہو تو فکر کی اجتماعی موت وارد ہو جاتی ہے۔ بے مقصدی افراد و معاشرہ دونوں کو بصیرت سے محروم کر دیتی ہے، نظام افکار کی روح فنا ہو جاتی ہے اور تصورِ کائنات بے معنی ہو جاتا ہے۔ بے یقینی کی بدولت یہ سوچنا بھی چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جب ہمارے کیے سے کچھ ہو نہیں سکتا تو سوچنے کا فائدہ کیا ہے۔ یہ طرزِ عمل افراد کو جانوروں کی سطح تک گرا دیتا ہے۔ کیوں کہ انسان اور حیوان کی زندگی میں فرق صرف احساسِ ذمّہ داری اور خود شعوری کا ہے۔[26] شاہ ولی اللہ کے مطابق انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ ادراک اور معلومات و محسوسات کے ذریعہ مجہولات کا علم حاصل کرنے کی استعداد سے نوازا ہے اور وہ اپنی زندگی کو مخصوص طریقے پر بسر کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔[27] اسلام میں یقین کا کیا حکم ہے ؟اس حوالے سے فقہ کے مطابق اسلام میں یقین کا حکم اس قدر مضبوط ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہو تا۔ مگر بد قسمتی سے امتِ مسلمہ کی صورتِ حال موجودہ دور میں بے یقینی سے لبریز ہے۔ موجودہ صورت حال کافرانہ یقین اور مومنانہ بے یقینی کی کشمکش کا مظہر ہے۔ خدا دشمن اور مفاد پرست گروہ اپنی تدبیر کار کے مؤثر ہونے کا یقین رکھتا ہے اور مذہبی ذہین کو اپنے طریق کار کی نتیجہ خیزی پر کوئی یقین نہیں۔[28]

بے یقینی کی کیفیت

دورِ حاضر کی امتِ مسلمہ میں یہ بے یقینی قرآن مجید اور سیرت الرسول ﷺ کی صحیح فکر کو سمجھنے اور پھیلانے میں غلطی کی بنا پر معرض وجود میں آئی ہے۔ اب اس کائنات میں امت کے زوال پذیر ہو جانے کے بعد دوبارہ عروج حاصل کر سکنے کی راہنمائی قرآن مجید اور سیرت الرسول ﷺ سے ہی میسر آنی ہے۔ مگر اس فکر کو کیسے سمجھا اور پھیلایا جاتا ہے ؟اس کی مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی رقم طراز ہیں: دینی فکر میں اختلال کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مذہبی ذہن بدلنے والی اقدار کو نہ بدلنے والی اقدار منوانے پر مصر ہے۔ اقدار دو قسم کی ہوتی ہیں: ایک ہمیشہ سے کامل اس لیے ناقابلِ تغیّر، جیسے اخلاق اور دین۔ دوسرے ارتقاء پذیر لہذا بدلنے والی اقدار، جیسے علم و معیشت، ان کے ارتقاء کے ہر مرحلے پر انہیں از سر نو اقدارِ کاملہ سے ہم آہنگ نہ کیا جائے تو فکر میں اختلال ہی پیدا ہو گا۔[29]

قرآن مجید آج بھی اپنی حقانیت کے ساتھ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کر رہا ہے۔ دعوتِ فکر اور دعوتِ مقابلہ دے رہا ہے۔ مگر انھی حالات میں امت زوال پذیری کی زندگی گزارنے پر بھی مجبور ہے۔ امت کی اِصلاح درپیش ہے۔ قرآن و حدیث کے وعظ لوگوں پر بے اثر ہو چکے ہیں۔ بدی اور مردہ ضمیری میں کوئی فرق باقی نہیں ہے۔ امت

---

[25] ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، منہاج القرآن (لاہور: ناشر مسعود مفتی، علم و عرفان پبلیشرز، 1998ء)، 18۔

[26] فاروقی، منہاج القرآن، 19۔

[27] شاہ ولی اللہ، البدور البازغہ، ترجمہ۔ ڈاکٹر قاضی مجیب الرّحمٰن (لاہور: محمد ندیم پبلشرز، س ن)، 73۔

[28] ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ)، 44۔

[29] فاروقی، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، 100، 99۔

اب خطرناک حد تک مفاد پرستی کے جال میں پھنس چکی ہے اور اسی نظام سے ہی اِصلاح چاہتی ہے جس نظام کی خرابی اور دینی بگاڑ کے نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو امتِ مسلمہ کی ہدایت کے لیے ارشاد فرمایا ہے: هُوَ ٱلَّذِيٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ [30]"وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکین کو برا لگے۔" اس اٰیتِ مبارکہ کی روسے ہدایت، دینِ الٰہی سے اور آپ ﷺ کی اِصلاح کردہ شریعت سے ہی ممکن ہے۔ کسی مفاد پرست نظامِ عمل سے سمجھوتا ممکن نہیں ہے۔ امتِ مسلمہ کا دین وضابطہ اسلام ہی ہے۔ جب تک فکر، فکرِ اسلام نہ ہوگی وہ دین اسلام نہیں ہو سکتا۔ چاہے کتنی ہی ملمع کاری کیوں نہ کی جائے۔ اِصلاح کرنے والے فساد پھیلانے والوں کے ساتھی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تُطِيعُوٓاْ أَمۡرَ ٱلۡمُسۡرِفِينَ ٱلَّذِينَ يُفۡسِدُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُونَ۔[31] "اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا نہ مانو۔ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور (معاشرہ کی) اِصلاح نہیں کرتے۔"

تعصّب اور فرقہ پرستی سے احتراز پر مبنی اصلاحی کاوشیں اور صحابہ کی فکر کی طرف رجوع کی ضرورت

مسلمانوں میں فی زمانہ ہر طرف تعصب اور فرقہ واریت کا دور دورہ ہے۔ دین کی قدریں مجرّد رسم میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ امتِ مسلمہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر دین سے دور ہو چکی ہے۔ ملتِ اسلامیہ اجتماعی سطح پر لادینی فکر کو قابلِ عمل سمجھنے پر مجبور و مصر ہے۔ اسی فکری دورِ زوال کی بدولت ملت اسلامیہ سے عمل کا داعیہ چھن چکا ہے، بقول اقبال:

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش
مگر ابھی تک ہے زُنّار پوش
تمدّن، تصوّف، شریعت، کلام
بُتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی[32]

آج دین اسلام کا نام لینے والوں اور پرچار کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن وہ فکر جس سے اسلام کے زرّیں دور میں تاریکی کو روشنی ملی، زوال کو عروج ملا اور جہالت، دورِ نو میں داخل ہوئی، کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اسلام عقیدہ کی حد تک تو حاضر و موجود ہے لیکن، دینِ اسلام امتِ مسلمہ میں عملاً ناپید ہے۔ گذشتہ چار پانچ صدیوں میں تحریک احیائے علوم کی ابتدا سے لے کر دور جدید تک مغرب میں جتنے فلسفے منصۂ شہود پر اجاگر ہوئے وہ تمام کے تمام لادینی فلسفے تھے، جن کا تعلق اس مادی دنیا سے تھا۔ نئے علوم وفنون اور سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت کائنات تسخیر ہونے لگی۔ مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تجربہ، عقل، مشاہدہ تجزیہ اور شعوریت آگے آئے۔ مغربی تہذیب کی اٹھان لادینیت پر ہے۔ روشن خیالی کا مادی اور حسی کلچر اپنایا گیا۔ مذہب روحانی

---

[30] التوبہ 9: 33۔

[31] الشعراء 26: 151، 152۔

[32] محمد اقبال، کلیات، بالِ جبریل، 451۔

اقدار اور تصور خدا سے بیگانگی اختیار کی گئی۔[33] ہر فکر کو منزلِ مقصود تک پہنچانے والے افراد ہی ہوتے ہیں۔ فکر کتنی ہی اچھی ہی کیوں نہ ہو اس وقت تک بے کار ہے جب تک کہ اس کے لیے کام کرنے والے ایسے انسانی افراد موجود نہ ہوں جو اس پر ایمان رکھتے ہوں۔ یہ افراد اپنے ایمان جذبے اور کردار کے لحاظ سے جتنے بہتر ہوں گے سفر مقصد اتنی ہی اچھی رفتار سے طے ہو گا۔[34]
ان حالات میں تعصّب اور فرقہ پرستی سے محفوظ ایسی فکری تعلیمات کا جامع تصوّر ضروری ہے، جو اعتدال اور محبت پر مبنی ہو اور مسلمانوں کے دلوں میں دین اسلام کی ایسی بے لاگ محبت پیدا کی جائے، جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اعلی ومثالی دینی فکر و اپروچ کی یاد تازہ ہو جائے۔

خلاصۂ بحث

مغربی تہذیب میں لادینیت و روشن خیالی پر مبنی مادی و حسی کلچر اپنائے جانے کے نتیجے میں مذہبی و روحانی اقدار اور تصورِ خدا سے بیگانگی پیدا ہونا ایک معلوم حقیقت ہے۔ مغرب کی دنیوی و مادی ترقی کے تناظر میں اس کی تہذیبی اقدار نے دنیائے اسلام کو بھی بہت متاثر کیا، اور یہاں بھی اسی نوعیت کی مذہب و روحانیت بیزار قدریں فروغ پانے لگیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ مسلم معاشروں میں یہ تاثر اور اثر پذیری ایک گھمبیر مسئلہ بن چکی ہے۔ اب حالات یہ ہیں کہ مسلم دنیا میں دینی قدریں رسم میں تبدیل ہو چکی ہیں، امتِ مسلمہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر دین سے دور ہو چکی ہے، ہر طرف بے یقینی کی کیفیت ہے۔ اس مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ مسلم علما اور معلمین اس فکر کو پروان چڑھائیں جو کتاب و سنت کی حقیقی تعلیمات کی بنیادوں پر استوار ہو، جدید دور کے تقاضوں کے مطابق عقلی و منطقی دلائل پر مبنی ہو۔ مسلم معاشروں میں دینی اقدار کو محض رسم بننے سے روکا جائے اور انفرادی اور اجتماعی سطح پر لوگوں کو دینی فکر سے قریب کیا جائے۔ مذہبی و روحانی اعتبار سے موجودہ دگرگوں حالات میں مذہب کی گرفت کو مضبوط بنانے، روشن خیالی کے مادی اور حسی کلچر کی تباہ کاریوں سے بچنے اور اسلام کی روحانی اور مذہبی اقدار کو فروغ دینے کے حوالے سے ان مسلم مفکرین کے کام سے رہنمائی حاصل کی جانی چاہیے، جنھوں نے زیرِ نظر تناظر میں معاصر دنیا میں اسلام اور امت مسلمہ کے احیا کے لیے فکری و عملی سطح پر قابلِ قدر کام کیا ہے۔

---

[33] ایم رمضان گوہر، افکارِ اقبال اور روشن خیالی (لاہور: حاجی حنیف پرنٹنگ پریس، 2008ء)، 27۔

[34] نعیم صدیقی، تعلیم کا تہذیبی نظریہ (لاہور: الفیصل، 2009ء)، 58۔